مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب

دین میں تحریف

پرویزی تحریفات کا ایک نمونہ

قرآنِ مجید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یا قرآنی احکام اور مطالب کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن میں اس بات کو حاضر رکھنا چاہیئے کہ اصل بات تو وہی ہے جو قرآنی تعلیمات سے معلوم ہوتی ہے میرا اپنا ذاتی نظریہ کوئی نہیں، قرآنِ مجید نے فرمایا:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم (اسراء ۳۶) اور نہ یقین کر اس پر جس کا تجھے علم (دلیل) نہ ہو

علم اور دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی بات کی تشریح اور تفسیر کئی گمراہیوں کا راستہ کھول دیتی ہے شیطان کا یہ بھی ایک داؤ ہے کہ وہ انسانوں کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ بلا علم اور دلیل کے کسی بات یا حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہہ کر غلط بات کو صحیح کرنے کی جسارت کر ڈالیں — فرمایا:

وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون (بقرہ ۱۶۹) اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کچھ کہہ ڈالو جو تم نہیں جانتے

اسی کو اصطلاحِ شریعت میں تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے جس کے متعلق سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ فَسَّرَ الْقُرآنَ برایہ فلیتبوّأ مقعدہ من النار۔ جو قرآن کی تفسیر اپنی خواہش سے کرے اس کو جہنم کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

اور رائے کا مطلب یہی ہے کہ اس میزان کو چھوڑ کر بغیر علم و دلیل کے تفسیر کی جائے جیسا کہ دوسرے

ارشاد میں ہے :

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار۔

ایسی تفسیر اور تشریح جو علوم و قوانین تفسیریہ کو بالائے طاق رکھ کر کی جائے اگر وہ درست بھی نکلے تب بھی اجر و ثواب کا مستحق نہیں بلکہ عند اللہ وہ مجرم ہی سمجھا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا :

من تکلم فی القرآن برائیہ فاصاب فقد اخطا۔ (ابو داؤد - نسائی - ترمذی)

تفسیر بالرائے کے متعلق مصر کے عظیم ادیب طہٰ حسین سابق وزیر تعلیم کا تبصرہ درج کیا جاتا ہے

"میں کہہ سکتا ہوں کہ مؤولین (تفسیر بالرائے کرنے والے) خواہ قدماء میں سے ہوں یا فلاسفہ میں سے، ان کی تاویلات دور از کار ہیں۔ انہوں نے عقل کو راہ نمائی سونپی اور دھوکہ کھا گئے۔ انہوں نے وہ باتیں کہیں جو ان کے منہ سے نہیں نکلنی چاہیئے تھیں۔ انہیں سزاوار یہ تھا کہ حد سے آگے قدم نہ بڑھاتے جس جگہ ان کی قوت فہم ادراک اور شعور اور بلوغ ختم ہو گئی تھی وہیں ٹھٹھک کر رہ جاتے۔ یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ ان کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جنہیں انہوں نے فتنے میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کی دور از کار تاویلات نے عجیب عجیب گل کھلائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں طیراً ابابیل کا ذکر آیا ہے وہ چڑیاں جنہوں نے مکے کی حملہ آور حبش فوج پر کنکریاں پھینک کر اسے تباہ کر دیا تھا۔ یہ عقل پرست طیراً ابابیل سے وبا مراد لیتے ہیں اور کنکریوں سے مراد غیر مرئی جراثیم، یہ تاویل انہوں نے اپنی طرف سے کی حالانکہ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے سورۃ فیل کا یہ مطلب نہیں لیا تھا، اور نہ اس نہج پر اسے سمجھا تھا اور وہ اس نہج پر سمجھ بھی نہیں سکتے تھے یہ ان کے زیب کب تھا۔ وہ میکروب (جراثیم) سے بالکل ناواقف تھے۔ اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں سبع سماوات سے مراد کواکب و سیارہ ہیں یہ بھی اٹکل پچو بات ہے یہ ایسی بات کہہ رہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے کبھی نہیں فرمائی"۔ (اسلام منزل بمنزل ص۳۰۶)

جیسا کہ طلوع اسلام کا ایڈیٹر پرویز اسی سورۃ کی تفسیر میں تحریف معنوی نہیں، بلکہ تحریف لفظی تک کر گیا۔ سورۃ الفیل کا ترجمہ یوں کیا :

"(جماعت قریش) تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھیوں والوں

(ابرہہ اور اسکی فوج) کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ؟ تمہارے پروردگار نے ان کی خفیہ تدابیر کو بے سود نہیں بنا دیا تھا۔ ؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نہیں بھیج دیئے تھے تم (تمہاری قوم) ادھر سے ان پر پتھراؤ کر رہے تھے، چنانچہ اس طرح تمہارے پروردگار نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا کر ڈال دیا تھا۔"

اس ترجمہ کی تفسیر پرویز صاحب نے یہ کی :

واقعہ یہ تھا کہ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ (جو شاہ حبش کا گورنر تھا) نے ۵۷۰ء میں حضور کا سن ولادت ہے۔ ارادہ کیا کہ مکہ کو فتح اور خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے تاکہ عربوں کی مرکزیت فنا اور قریش کی سیادت تباہ ہو جائے۔ اس کے لئے اس نے بجائے اس کے کہ برملا اعلان جنگ کرتا اپنے ساتھ ہاتھیوں کی ایک عظیم الشان فوج لے کر خفیہ خفیہ بڑھنا شروع کیا۔ اس یورش کے لئے حج کا موسم تجویز کیا۔ جب عربوں میں لڑائیوں کا سلسلہ منقطع یا ملتوی ہو جاتا تھا اور پھر ایام تشریق کہ جن میں تمام عرب ہتھیار الگ رکھ کر رسوم حج کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے۔ مزید برآں اس نے مانوس راستہ کو چھوڑ کر پہاڑیوں کے پیچھے پیچھے چور راستہ اختیار کیا تاکہ کسی کو اس حرکت دیورش کا علم ہی نہ ہونے پائے تاآنکہ وہ مکہ پر حملہ آور ہو جائے یہ تھے اس کے مکائد (خفیہ تدابیر) عرب اس کی آمد سے بے خبر تھے، لیکن اللہ تو بے خبر نہیں تھا، اس نے ایک ایسا سبب پیدا کر دیا جس سے یہ تمام راز طشت از بام ہو گیا۔ گدھ اور چیلیں ہمیشہ لاشوں اور مرداروں کی تلاش میں رہتی ہیں، گذشتہ زمانہ میں جب کبھی لشکر ادھر ادھر جنبش کرتے تو وہ اپنی فطری ذہانت سے بھانپ لیتیں کہ کہیں ان کی ضیافت کا سامان ہونے والا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ ساتھ ہو لیتیں۔ ابرہہ نے زمین پر تو تمام حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں کہ اس کا راز آشکارا نہ ہونے پائے لیکن آسمان پر تو اسے کچھ اختیار حاصل نہیں تھا۔ عربوں نے دیکھا کہ گدھوں کے گدھ منڈلاتے چلے آ رہے ہیں، تو انہوں نے خبر رساں ایجنسیوں سے فوراً بھانپ لیا کہ ان کے سائے میں کوئی لشکر بڑھے آ رہا ہے۔ حج کے موقع پر اجتماع غفیر موجود تھا، سب ارد گرد کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ اب صورت یہ ہو گئی کہ نیچے وادیوں میں ابرہہ کا لشکر ہے اور پہاڑیوں پر عربوں کا ہجوم ——— نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ——— ازمنہ گذشتہ کے فنون حربیہ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ سنگ باری اس زمانہ کے کیسے موثر حربات میں سے تھی بڑے بڑے من کی چٹانیں اوپر سے لڑھکا دی جاتیں جو اپنے ہی اور MUMENTUM ——— سے اس شدت

سے نیچے آتیں کہ جو ان کی زد میں آجاتا اس کا بھرکس نکل جاتا۔ آنِ واحد میں ہاتھی اور ان کا لشکر بھس بن کر رہ گیا۔" (معارف القرآن جلد چہارم صفحہ ۳۶۶ و صفحہ ۳۶۷)

اقبال مرحوم نے شاید انہی کے لئے فرمایا تھا ؎

وسے تاویل شان درحیرت انداخت خدا و جبریل و مصطفیٰ را

اس تحریف کا جواب مفصلاً علماء اسلام دے چکے ہیں۔ یہاں صرف معارف قرآنی کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ ادھر تو پرویز صاحب یہ کہتے ہیں کہ ابرہہ نے ایامِ حج میں بیت اللہ پر حملہ کیا کہ یہ مہینے ان کے نزدیک قابلِ احترام تھے اور وہ لڑنا حرام سمجھتے تھے۔ اور ادھر یہ بھی کہتے ہیں کہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور ہزاروں ہزار من کی چٹانیں لڑھکا دیں، دونوں باتوں میں تضاد ہے۔ علماء تاریخ اور سیرت کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چالیس دن بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، تو اس لحاظ سے محرم کے آخری ایام ہونے چاہئیں۔ حج تو ذوالحج کی تیرھویں تاریخ تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور عرب لوگ واپس جا چکے ہوں گے۔

فائدہ | اَصْحٰبِ الْفِیْلِ کے اس واقعہ کی تشریح سیرت اور تاریخ کی سب کتابوں میں موجود ہے حتیٰ کہ غیر مسلم مفکر بھی اس کے قائل ہیں۔ تفصیل انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس تفسیر بالرائے کے لئے تاریخی حقائق کو جس قدر مسخ کیا گیا اور احادیث کی مستند روایات کو کس طرح چھوڑا گیا۔ یہ مستقل تفصیل طلب بحث ہے، یہاں قرآنیات کے طلباء کے لئے صرف اسی قدر عرض کیا جاتا ہے کہ :

۱۔ الم تر کا مخاطب جماعت قریش کو بنایا گیا تاکہ آگے آنے والے فعل ترمیہم کا فاعل بھی جماعت قریش کو بنایا جائے۔ بتانا یہ ہے کہ ان حملہ آوروں کو پتھر مارنے والے وہ پرندے نہ تھے۔ بلکہ تم خود تھے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قریش ہی نے ان کو پتھر مارے تو پھر ان کے لئے تعجب کی کیا بات تھی۔؟ وہ خود ہی تو کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے۔

۲۔ الم تر اور ترمی دونوں واحد مونث کے صیغے بنا دیئے گئے۔ پرویز صاحب کا خیال ہے کہ جماعت کا کلمہ مونث ہے تاویلاً۔ تو فعل اسی لئے مونث لایا گیا۔ تو پھر ربک کی ضمیر خطاب کا کیا بنے گا اس لحاظ سے تو ربک میں یہ ضمیر بھی مونث کی لائی جاتی، جیسا کہ الم تر کو مونث مخاطب بنایا گیا۔ الم تر کا مخاطب مونث اور ربک کا مخاطب مذکر، یہ کس قاعدہ نحوی اور بیانی کے تحت ہے۔

۳۔ اسی طرح سجّیل کا کلمہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آیا ہے۔ فرمایا:

الف۔ وامطرنا علیہا حجارۃ من سجیل (ھود ۸۲) اور برسائے ہم نے اس بستی پر پتھر کنکر جیسے۔

ب۔ وامطرنا علیہم حجارۃ من سجیل۔ (الحجر ۷۴) اور برسایا ہم نے ان لوگوں پر مینہ کنکروں کا۔

ج۔ ترمیہم بحجارۃ من سجیل (الفیل ۴) مارتے تھے وہ پرندے ان کو پتھر کنکر جیسے۔

پہلی دو آیتوں میں قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کا برسانا مراد ہے جہاں قوم لوط کی بستیاں آباد تھیں۔ وہاں کونسی وادی یا درہ تھا، یا کس نے ان کو روک کر اوپر سے پتھر برسائے تھے۔ پھر لفظ سجیل کا معنیٰ۔ امام لغت قرآنی امام راغب نے فرمایا والسجیل حجر وطین۔ یعنی پتھر اور کیچڑ، امام راغب نے فرمایا کہ بعض کے ہاں یہ لفظ فارسی سے معرب کیا گیا ہے، جیساکہ امام تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ سنگ وگل فرمایا ہے۔ قرطین میں اس کا ترجمہ آجر پختہ اینٹ کے سنگریزے کیا گیا ہے، جمہور مفسرین کا یہی قول ہے۔ (مدارک)

بلکہ تیسری صدی کے امام لغت القرآن (م ۲۷۶ھ) نے فرمایا: ولھذا ذھب قوم فی تفسیر سجیل الی سنگ وگل ای حجر وطین۔ (بحوالہ لسان العرب ج ۱۳، ص ۳۴۷) یہی تفسیر جلیل القدر مفسرین جیساکہ امام ابن جریر طبری م ۳۱۰ھ امام قرطبی م ۶۵۵ھ امام رازی م ۶۰۶ھ نے فرمائی۔ اور اگر یہ علماء لغت اور تفاسیر کے اقوال نہ بھی ہوتے تب بھی قرآن مجید نے خود اس کی تفسیر دوسری جگہ سورہ الذاریات آیت ۳۲/۳۳ میں فرمادی۔ ارشاد ہے:

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین　　انہوں (فرشتوں) نے کہا ہم ایک مجرم قوم
لنرسل علیہم حجارۃ من طین۔　　کی طرف بھیجے گئے تاکہ ان پر مٹی کے پتھر (کنکر) برسائیں۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کسی پہاڑی کے نہ تھے بلکہ یہ تو سنگریزوں کی شکل کے تھے اور وہ ان کے لئے عذاب کے طور پر واقع ہوئے۔ ان پتھروں کو دیکھا گیا، جو ابرہہ کی فوج پر گرے تھے۔ علامہ زمخشری بھی اس واقعہ کی صداقت کا قائل ہے اس نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ "حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بڑی ٹوکری ان پتھروں کی دیکھی جو ابرہہ کی اس فوج پر گرائے گئے تھے۔ یہ پتھر حجم میں چنے سے چھوٹے اور مسور سے بڑے تھے۔ (کشاف)

★★

جمال شفاخانہ رجسٹرڈ۔ نوشہرہ۔ ضلع پشاور
دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی امراض کے خاص معالج